جماعت اسلامی ہند کے ۷۵ رسال

حریف بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جماعت کے ارکان اور کارکنان اپنے کاموں کو منظم طریقے سے انجام دیتے ہیں

ابھے کمار

اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جماعتیں ہر روز بنتی ہیں، مگر وہ آپسی لڑائی اور ذاتی مفادات کی بلی چڑھ جاتی ہیں۔ جب ہم ان تلخ حقیقت کو دھیان میں رکھ کر جماعت اسلامی ہند کی تاریخ اور اس کی کارکردگی پر نظر ڈالتے ہیں، تو یہ کہے بغیر نہیں رہ پاتے کہ یہ ادارہ کچھ تو الگ ہے۔ جماعت کے ارکان اور کارکنان کے لیے یہ خصوصیت مسرت کا باعث ہے کہ ان کی محبوب تنظیم نے اپنے سفر کے ۷۵ رسال پورے کیے ہیں۔ یاد رہے کہ سال ۱۹۴۱ رمیں جماعت اسلامی کی تشکیل لاہور میں ہوئی تھی۔ بنیاد ڈالنے میں سید ابو الاعلیٰ مودودی کا بڑا رول رہا۔ ان کا شمار دنیا کے بڑے اسلامی مفکرین میں ہوتا ہے۔ وہ اسلام کو زندگی کے ہر شعبے میں اتارنے کے قائل تھے۔ تقسیم ہند نے جماعت اسلامی کے بھی دو حصے کر دیے۔ پھر ۱۹۴۸ رمیں جماعت اسلامی ہند کی تشکیل جدید عمل میں آئی۔ جماعت اسلامی ہند کے پہلے امیر مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی تھے، وہیں مولانا سعادت اللہ حسینی موجودہ امیر جماعت ہیں۔ سچ پوچھیے تو جماعت کی اس بڑی کامیابی کا سہرا جماعت کے لاتعداد کارکنان کے سر باندھا جانا چاہیے، جنہوں نے بہت ہی کم وسائل کے ساتھ اور بڑی ہی خاموشی سے خود کو گلیمر سے دور رکھ کر جماعت کا کام انجام دیا ہے۔ آزاد بھارت میں جماعت پر دو بار پابندی بھی لگائی گئی اور اس کے بڑے قائدین کو جیل بھی بھیجا گیا۔ جماعت کے دفاتر پر ریڈ بھی پڑی، مگر ان سارے مسائل و مصائب سے گزرتے ہوئے جماعت کے ارکان اپنے مشن میں مصروف رہے۔ یہ انہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج جماعت ملک گیر سطح پر پھیل چکی ہے، بالخصوص جنوبی ہند میں اس کا اثر کافی محسوس کیا جاتا ہے اور اس کی ذیلی تنظیمیں محلے تک سرگرم ہیں۔

جماعت اسلامی ہند کے حریف بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جماعت کے ارکان اور کارکنان اپنے کاموں کو منظم طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ ان کی تربیت اتنی اچھی ہوتی ہے کہ وہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑتے ہیں۔ وہ جذبات کی رو میں نہیں بہتے، سخت کلامی سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنے حریف کو منطق اور دلیل کی بنیاد پر راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جماعت کے کیڈروں کی خوبیاں صرف اسلام اور مسلم معاشرے تک محدود نہیں ہیں، بلکہ وہ دیگر مسائل اور مضامین کے بارے میں علم رکھتے ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جماعت مسلمانوں کے ایک پڑھے لکھے طبقے کی نمائندگی کرتی ہے۔ بہت لوگوں کی یہ غلط فہمی ہے کہ جماعت اسلامی جمود کا شکار ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ جہاں جماعت اقامت دین کے اپنے مشن پر قائم و دائم ہے وہیں وہ جدید تکنیک کو اپنانے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتی ہے۔ جہاں اس کا عقیدہ اسلام کے اقدار پر مبنی ایک معاشرے کی تشکیل دینا ہے، وہیں وہ سیکولر اور بائیں بازوں کے لوگوں کے ساتھ بھی پلیٹ فارم شیئر کرتی ہے۔ دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے جماعت فلاحی کاموں کو بھی انجام دیتی ہے۔ میڈیا سے لے کر انسانی حقوق کے محاذ پر وہ کام کر رہی ہے۔ سول سوسائٹی میں وہ کافی اتر چکی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ آج سینکڑوں کی تعداد میں جماعت سے جڑی ذیلی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ جماعت کا کمال یہ ہے کہ وہ ان سب کے درمیان ہم آہنگی کا ماحول بنائے رکھنے میں کامیاب ہے۔ جماعت اسلامی ہند اپنا کام پیشہ ور طریقے سے کرتی ہے۔ جماعت سے دیگر تنظیمیں، اگر کچھ سیکھنا چاہیں، تو بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں۔

مگر ان ساری خوبیوں کے باوجود جماعت اسلامی ہند پر طرح طرح کے سنگین الزامات لگائے جاتے ہیں۔ سب سے پہلا الزام یہ ہے کہ جماعت مسلمانوں کی ایک 'فرقہ پرست' تنظیم ہے۔ کچھ تو یہ کہتے ہیں کہ جس طرح سے ہندو فرقہ پرست تنظیمیں کام کرتی ہیں، اسی طرز پر جماعت بھی کام کرتی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ جماعت کو فرقہ پرست تنظیم کہنا کہیں سے بھی جائز نہیں ہے۔ جماعت کی سوچ و فکر سے اختلاف کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اسے 'کمیونل' کہنا شروع کر دیں۔ بھارت میں فرقہ پرست تنظیمیں وہ ہیں جو لوگوں کو دھرم کے نام پر بانٹتی ہیں اور تشدد کا سہارا لیتی ہیں۔ مگر جماعت اسلامی ہند مسلمانوں کی ایک لبرل تنظیم ہے جس میں مختلف مکاتب فکر کے مسلمان جماعت کے ارکان، کارکنان اور قائدین کی حیثیت سے دین شامل ہیں۔ جماعت کی جانب سے اپنے ارکان پر ایک مخصوص ڈریس کوڈ یا پھر ایک خاص مسلک کی تقلید کرنے پر کسی قسم کا زور زبردستی نہیں ہے۔ جو لوگ جماعت کو فرقہ پرست کہہ رہے ہیں یا تو انہوں نے جماعت کو قریب سے نہیں دیکھا ہے یا پھر وہ ایک خاص سیاسی مقصد کے تحت جماعت پر فرقہ واریت کا بے بنیاد الزام لگا رہے ہیں۔ کئی بار اکثریتی جماعت کو ڈرانے کے لیے یہ افواہ پھیلائی جاتی ہے کہ فلاں مسلمانوں کی جماعت فرقہ پرست ہے۔ آج تک کوئی بھی ایسی بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ جماعت اسلامی ہند نے مذہبی منافرت پھیلانے کی کوشش کی ہو یا پھر فرقہ وارانہ تشدد کی آگ میں تیل ڈالا ہو۔ کچھ متعصب لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہنا کہ جماعت اسلامی ہند ملک مخالف سرگرمیوں میں ملوث رہی ہے یا پھر یہ ایک 'اینٹی نیشنل' سوچ کو بڑھاوا دیتی ہے۔ یہ سب الزامات سراسر غلط ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں نے ملک کی آزادی اور اس کی تعمیر کے لیے کسی بھی دیگر ملت کے مقابلے میں کم قربانیاں نہیں دی ہیں۔ جب کبھی ملک کے حالات نازک ہوئے، تب مسلمانوں کی تمام ملی اور مذہبی جماعتوں نے وطن عزیز کی ایکتا اور سالمیت کو مضبوط کیا ہے۔ جو بھی تنظیم اقلیتوں کے حقوق کے لیے لڑتی ہے، اسے ایک خاص مقصد کے تحت فرقہ پرست کہہ دیا جاتا ہے تاکہ اس کی باتیں دب کر رہ جائیں۔ مگر شدت پسند و شر پسند عناصر کیا جانیں کہ بھارت کا دوسرا نام ہی تنوع ہے۔ سخت گیر موقف کے لوگوں کو کون سمجھائے کہ جب ملک کے تمام مذاہب کے لوگوں کو یکساں حقوق ملیں گے تب ملک اور بھی مضبوط ہو کر سامنے آئے گا۔ دوسری طرف جب ملک کے کمزور اور محروم طبقات کو انصاف نہیں ملے گا تب ملک کا اتحاد و سالمیت کمزور ہوگی۔

> بھارت میں فرقہ پرست تنظیمیں وہ ہیں جو لوگوں کو دھرم کے نام پر بانٹتی ہیں اور تشدد کا سہارا لیتی ہیں۔ مگر جماعت اسلامی ہند مسلمانوں کی ایک لبرل تنظیم ہے جس میں مختلف مکاتب فکر کے مسلمان جماعت کے ارکان، کارکنان اور قائدین کی حیثیت سے شامل ہیں۔ جماعت کی جانب سے اپنے ارکان پر ایک مخصوص ڈریس کوڈ یا پھر ایک خاص مسلک کی تقلید کرنے پر کسی قسم کی زور زبردستی نہیں ہے۔

جماعت کی اس کامیابی پر راقم الحروف خراج تحسین پیش کرتا ہے، مگر اس موقع پر کچھ باتیں کہنے کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔ پہلی بات تو یہ کہ جماعت کو مسلم اداروں کے درمیان آپسی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے کام کرنا چاہیے۔ افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کے اداروں میں جمہوری اقدار کا بڑا فقدان ہے۔ جہاں اسلام کا پیغام مشاورت اور جمہوریت کا ہے، وہیں مسلم ادارے آپس میں بٹے ہوئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان ملی اتحاد کو مضبوط کرنے کی کوشش ضرور کریں، مگر یہ عمل صرف مسلمانوں کے مابین کافی نہیں ہے اور انہیں مظلوموں کے مابین اتحاد پیدا کرنے کی طرف کام کرنا ہوگا۔ مذہب کے نام پر ناانصافی ہو رہی ہے، مگر ذات پات اور جنسی عدم مساوات کا نظام بھی لوگوں کو برباد کر رہا ہے۔ طبقاتی غیر برابری بھی بڑھ رہی ہے۔ ایک مسجد میں سارے مسلمان نماز پڑھتے ہیں، مگر مسجد سے باہر آتے ہی وہی مسلمان مالک اور نوکر میں بٹ جاتے ہیں۔ جماعت کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے کمزور اور پسماندہ طبقات اور خواتین کو اپنی قیادت میں آگے لائیں۔ اسے دلت، آدی واسی، پسماندہ اور دیگر محروم طبقات کے پیچھے چلنے کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔ صرف یہ کہنا کہ فلاں لیڈر پسماندہ طبقہ سے آتا ہے اور جماعت نے سماجی انصاف کا مشن پورا کر لیا ہے، کافی نہیں ہے۔ مسلمانوں کو یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ذات پات کا نظام، اقتصادی غیر برابری، جنسی عدم مساوات صرف غیر مسلم سماج کی بیماری نہیں ہے، بلکہ یہ مہلک مرض مسلمانوں میں اور مسلمانوں کی غلطیوں سے لگ چکا ہے۔ جماعت کے عالم مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ اسلام نے نماز ادا کرنے کے ساتھ ساتھ غریب، مسکین اور محتاجوں کی مدد کی بات کہی ہے اور اعتدال و مساوات اسلام کا دوسرا نام ہے۔ مگر ان کی تعلیمات پر چلنے کے لیے، بہت سارے مسلم ادارے تیار نہیں ہیں۔ مسلم اداروں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جب تک وہ خود اپنے اداروں میں کمزور طبقات کو جگہ نہیں دیں گے تو وہ کس منہ سے ریاست سے مسلمانوں کے لیے واجب نمائندگی کی بات کر سکتے ہیں۔ تعصب، تکبر اور عصبیت کے مرض سے لڑے بغیر مسلم ادارے اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر مسلم ادارے ان مسائل پر غور کریں، تو ان کو فرقہ پرست تنظیموں سے رات کے اندھیرے میں ملنے کی مجبوری نہیں ہوگی۔ ■

(مضمون نگار جے این یو سے تاریخ میں پی ایچ ڈی ہیں)

debatingissues@gmail.com